33

مسئلہ کشمیر اور جماعت احمدیہ

(فرمودہ ۱۳- نومبر ۱۹۳۱ء)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

چونکہ آج اس امر کے متعلق جس کے لئے میں تین مہینہ سے کوشش کر رہا ہوں اللہ تعالیٰ نے کامیابی کا پہلا قدم اٹھانے کی توفیق عطا فرمائی ہے اس لئے میں سمجھتا ہوں وہ خیالات جو اس عرصہ میں بعض دفعہ ہماری جماعت کے لوگوں کے دلوں میں بھی پیدا ہوتے رہے ہیں ان کے متعلق کچھ بیان کرنا ضروری ہے۔ مجھے تحریر کے ذریعہ سے اور زبانی بھی کئی دوستوں کے یہ خیالات معلوم ہوئے کہ کشمیر کا مسئلہ ایک سیاسی مسئلہ ہے اس میں ہماری جماعت کو دخل دینے یا اس معاملہ میں اپنی طاقتوں کو خرچ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آزادیٔ کشمیر کا مسئلہ ایک رنگ میں سیاسی مسئلہ ہے۔ مگر اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ یہ ایک رنگ میں غیر سیاسی بھی ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے کشمیر یا کشمیر کے لوگوں کو خود نہیں دیکھا ہوا اور وہاں جاکر ان کی حالت سے واقفیت حاصل نہیں کی وہ بے شک یہ سوال کر سکتے ہیں کہ ہندوستان کی تحریک آزادی اور کشمیر کی تحریک آزادی میں کیا فرق ہے اور بے شک وہ کہہ سکتے ہیں کہ گاندھی کی تحریک اور اس تحریک میں ہمیں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ مگر وہ لوگ جنہوں نے اپنی آنکھوں سے علاقہ کشمیر کو دیکھا وہاں کے مسلمانوں سے ملے اور جن کے تعلقات اہل کشمیر سے گہرے اور دوستانہ ہیں وہ اس حقیقت سے بخوبی آگاہ اور واقف ہیں کہ کشمیر کی تیس لاکھ آبادی ایسے حالات میں سے گذر رہی ہے جسے غلامی سے کسی صورت میں بھی کم نہیں کہا جاسکتا۔ یہاں کے لوگ اس امر کا اندازہ ہی نہیں کر سکتے کہ وہ غریب قوم صدیوں سے کس مصیبت میں مبتلاء چلی آتی ہے۔ مثال کے طور پر ایک مشہور واقعہ ہے جو موجودہ شورش کے ابتدائی واقعات میں سے ہے اسی سے اندازہ کر لو کہ

وہاں آزادی کی کیا قدر و قیمت ہے۔ ہمیشہ ہماری مساجد میں خطبے پڑھے جاتے ہیں اور حکومت کا کوئی قانون انہیں بند نہیں کر سکتا۔ اگر ہندوستان میں کسی جگہ ہمیں یہ نظارہ دکھائی دے کہ خطیب کو خطبہ پڑھتے ہوئے روک دیا جائے اور اسے پولیس والے یہ کہہ کر خطبہ پڑھنے سے منع کر دیں کہ اس کی حکام سے کیوں اجازت نہیں لی گئی تو بتلاؤ ہندوستان کے لوگ کس حد تک اشتعال میں نہ آجائیں گے اور کیا اس وقت ایک بھی شخص ایسا ہو گا جو یہ کہے کہ یہ سیاسی مسئلہ ہے غیر سیاسی نہیں۔ مگر کشمیر میں ہوتا رہا ہے کہ خطیب خطبہ پڑھنے کے لئے کھڑا ہوا مگر پولیس والوں نے اسے روک دیا اور کہا کہ تمہیں خطبہ پڑھنے کی اجازت نہیں۔ اس کے لئے پہلے حکام سے اجازت حاصل کرو۔ ہمارے ملک میں بازاروں میں تقریریں کی جاتی ہیں میدانوں میں تقریریں ہوتی ہیں مگر کوئی قانون انہیں نہیں روک سکتا۔ جس قدر ہندوستان کے شہر ہیں ان میں چلے جاؤ کہیں بھی کھلی جگہ میں تقریریں کرنے کی ممانعت نہیں ہوگی۔ جو معمولی گاؤں ہیں ان میں تو کبھی کبھار کوئی واعظ آجاتا اور وعظ کر دیتا ہے لیکن بڑے شہروں کے اگر چوک دیکھے جائیں تو ان میں روزانہ کوئی نہ کوئی آدمی کچھ نہ کچھ سناتا ہوا نظر آئیگا لیکن کشمیر کے لوگوں کو آج تک اس امر کی بھی اجازت نہیں تھی اور انہیں تقریر کے لئے سرکار سے اجازت لینی پڑتی تھی جو بسا اوقات نہیں ملتی تھی۔ پھر ہمارے ملک میں اخبارات نکالنے کی عام آزادی ہے اور در اصل قومی ترقی کے لئے اخبارات کا وجود نہایت ضروری ہے کیونکہ جب تک ہم اپنے خیالات دوسروں تک نہ پہنچائیں اور ان کے خیالات سے خود فائدہ حاصل نہ کریں کس طرح ترقی کر سکتے ہیں۔ ہندوستان میں نہایت ادنیٰ ادنیٰ اقوام کے بھی اخبارات ہیں بلکہ ہمارے ملک میں جو قوم سب سے زیادہ ادنیٰ سمجھی جاتی ہے یعنی چوہڑے اور چمار ان کے بھی اخبارات اور رسالے ہیں۔ بلکہ یہ تو وہ لوگ ہیں جن کی عزت کو لوگوں نے ضائع کیا خدا نے ضائع نہیں کیا۔ مگر ایک وہ قوم ہے جسے لوگوں نے بھی ذلیل کیا اور خدا تعالیٰ نے بھی ان کی بد اعمالیوں کی وجہ سے اسے ذلیل کیا یعنی کنجروں کی قوم اس کے اخبارات بھی ہندوستان میں پائے جاتے ہیں کوئی نہیں جو اخبارات روکے۔ مگر کشمیر میں عملاً مسلمانوں کو اس آزادی سے محروم رکھا گیا اور اخبارات نکالنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ بعض لوگوں نے تو بتایا کہ وہ متواتر پچیس سال سے اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ انہیں اخبار نکالنے کی اجازت مل جائے مگر حکومت کی طرف سے اجازت نہیں ملتی۔ انگریزی علاقہ میں تو اتنا ہی ہے کہ اخبار نکالنے کے لئے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو درخواست دی جاتی ہے اور وہ اسے منظور کر لیتا

ہے مگر وہاں پچیس پچیس سال سے لوگ کوششیں کرنے کے باوجود ناکام رہے ہیں اور انہیں اتنی اجازت نہیں ملی کہ وہ اخبار کے ذریعہ اپنے خیالات دوسروں تک پہنچا سکیں۔

آج کل ہندوستان میں بم وغیرہ کے واقعات کی وجہ سے گورنمنٹ نے اخبارات کے لئے بعض پابندیاں اور شرائط عائد کر دی ہیں مگر پھر بھی سارا ملک ان پابندیوں کے خلاف آواز بلند کر رہا ہے حتیٰ کہ ہم لوگ بھی جو گورنمنٹ کے خوشامدی کہلاتے ہیں ان پابندیوں کو ناپسند کرتے ہیں۔ پھر ہمارے ملک میں پنچائتیں ہوتی ہیں' تمام پیشہ ور اقوام کی انجمنیں ہیں' دھوبیوں کی انجمن ہے' ارائیوں کی انجمن ہے' قصائیوں کی انجمن ہے' کہیں جلاہوں کی پنچائت ہو رہی ہے تو کہیں تاجروں کی' پھر پیشہ وروں کے علاوہ سیاسی فرقوں کی بھی پنچائتیں ہوتی رہتی ہیں' تعلیمی شوق رکھنے والوں کی بھی پنچائتیں ہیں' یتیموں اور بیواؤں کی خبر گیری کے لئے بھی انجمنیں قائم کی جاتی ہیں مگر یہ عجیب بات ہے کہ کشمیر میں انجمن بنانے کی بھی اجازت نہیں بلکہ اگر چار یا پانچ اشخاص مل کر کہیں کہ آؤ ہم یتیموں کی پرورش اور ان کی نگہداشت کے لئے انجمن بنائیں تو اس کے لئے بھی انہیں گورنمنٹ سے اجازت لینی پڑتی ہے اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ گورنمنٹ روک دیتی ہے اور ایسی کسی انجمن کو قائم ہونے نہیں دیتی۔ یہ انسانی زندگی نہیں بلکہ حیوانی زندگی ہے۔ گویا ایک اشرف المخلوق انسان کو ایسی قیود کے ذریعہ جانوروں' بیلوں' گھوڑوں اور گدھوں کی سی زندگی بسر کرنے پر مجبور کیا جاتا اور فطرتِ انسانی کو تبدیل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ فطرت جو ہم نے پیدا کی اسے تبدیل کرنے کا کسی کو اختیار نہیں اور نہ کسی کا یہ حق ہے کہ کسی انسان کو انسانیت سے حیوانیت میں تبدیل کر دے۔ پس جب یہ کسی کا اختیار نہیں کہ وہ فطرتِ انسانی کو تبدیل کرے تو یقیناً وہ گورنمنٹ جو فطرت انسانی کو تبدیل کرنا چاہتی ہے وہ انسانیت پر ہی نہیں بلکہ مذہب پر بھی حملہ کرتی ہے اور ان حالات میں ہر شخص کا فرض ہو جاتا ہے کہ وہ ایسے مظلوم اور ستم رسیدہ انسانوں کی امداد کرے پس یہ ہرگز صحیح نہیں کہ معاملہ کشمیر ایک سیاسی تحریک ہے بلکہ یہ ایک انسانی ہمدردی کی تحریک ہے اور انسانی ہمدردی مذہب کا جزو ہے۔ مگر علاوہ اس کے اور بھی بہت سے ایسے پہلو ہیں جن کے ماتحت اس تحریک میں حصہ لینا ضروری ہو جاتا ہے مثلاً اب مسلمانوں کی حالت ایسی ہونے والی ہے کہ اگر آج دنیا کے تمام مسلمان اپنے اندر اتحاد کی صورت پیدا نہیں کریں گے اور دشمنوں کے منصوبوں کا یک جہتی سے مقابلہ نہیں کریں گے تو بالکل ممکن ہے کل ایسی حالت پیدا ہو جائے کہ ہندوؤں کی طاقت انہیں کچل کر رکھ

دے۔

ہندوستان میں ایک مسلمان کے مقابلہ میں چار ہندو ہیں اور وہ ہر وقت متفقہ طور پر اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ کسی طرح مسلمانوں کو نابود کر دیں ان حالات میں ضروری ہے کہ مسلمان اپنے اندر اتحاد پیدا کریں اور دشمنوں پر ثابت کر دیں کہ وہ اختلافِ عقائد کے باوجود دشمنوں کے ہر حملہ کا اپنی متحدہ قوت سے مقابلہ کرنے کے لئے آمادہ ہیں ابھی پچھلے دنوں صرف لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھنے پر چند مسلمان قید کر لئے گئے۔ گویا ان کا جرم صرف یہ تھا کہ انہوں نے کیوں بلند آواز سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسول کریم ﷺ کی رسالت کا اظہار کیا اور یہ صرف ایک ریاست کی حالت نہیں بلکہ ایسا زمانہ ہمارے سامنے آنے والا ہے کہ سارے ہندوستان کی یہی حالت ہو جائے۔ پس ان حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے ابھی سے اپنے اندر قوت پیدا کرنا ہمارا مذہبی فرض ہے سیاسی نہیں۔ ان امور کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے ان تیس لاکھ آدمیوں کی امداد کے لئے جو یتیموں کی طرح کمزور اور بے بس تھے اپنا ہاتھ بڑھایا اور بغیر اس خیال کے بڑھایا کہ اس میں احمدیت کی ترقی کا سوال ہو اور اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اخباری لحاظ سے تو آج ہی ورنہ ہمیں تو دو دن پہلے سے معلوم تھا مہاراجہ صاحب نے یہ اعلان کر دیا ہے کہ آئندہ ریاست کا قانون ایسی صورت میں منتقل کر دیا جائے گا کہ وہاں تقریریں کرنے کی اسی طرح اجازت ہوگی جس طرح گورنمنٹ انگریزی کے قانون میں ہے اسی طرح اخبارات کے نکالنے کی بھی وہاں ایسی ہی آزادی ہوگی جیسے ہندوستان میں، پھر انجمنیں بنانے کی بھی وہاں اسی طرح اجازت ہوگی جیسے یہاں، اسی طرح وہ پرانی مساجد جو گورنمنٹ کے قبضہ میں ہیں اور جن میں آج تک شالی وغیرہ ڈالی جاتی تھی مسلمانوں کے حوالے کر دی جائیں گی۔ اسی طرح ایک کمیشن بٹھا دیا جائے گا جو قانون سے اس امتیاز کو جو پہلے ہندو اور مسلمانوں میں تھا دور کر دے گا مثلاً اس سے پیشتر یہ حالت تھی کہ اگر ایک مسلمان بکری پالے تو اس سے فی بکری پہلے سال دو روپے سات آنے دوسرے سال دو روپے دس آنے اور تیسرے سال دو روپے تیرہ آنے ٹیکس وصول کیا جاتا تھا لیکن اگر ہندو بکری پالے تو اس سے فی بکری صرف تین آنے ٹیکس لیا جاتا تھا جس کا نتیجہ یہ تھا کہ بکروال قوم اس بات کے لئے تیار تھی کہ وہ ہندو ہو جائے اور اس طرح اس ٹیکس سے بچ سکے اور گو مہاراجہ صاحب کی نیت یہ نہ ہو کیونکہ وہ بذات خود نہایت شریف طبیعت رکھتے ہیں لیکن اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ وزراء کی یہ نیت ضرور تھی کہ اس طرح مسلمانوں پر دباؤ ڈال کر

انہیں ہندو بننے پر مجبور کیا جائے اور ریاست سے اسلام کو مٹا دیا جائے۔ ایسے تمام قوانین کے متعلق اعلان کیا گیا ہے کہ آئندہ ان میں تغیر کیا جائے گا اور تمام قوانین انگریزی حکومت کے قوانین کی طرح بنا دیئے جائیں گے اور کوئی ایسا قانون برقرار نہیں رہیگا جس میں مسلمانوں اور ہندوؤں میں امتیاز روا رکھا گیا ہو۔ اسی طرح یہ بھی فیصلہ کر دیا گیا ہے کہ جن لوگوں کو پولیس اور دوسرے افسروں نے دانستہ یا نادانستہ یا شرارت کے طور پر مارا پیٹا یا گولیوں کا نشانہ بنایا ہے ان کے متعلق تحقیقات کر کے اگر وہ مجروح ہیں تو ان کی امداد کی جائے اور اگر وہ مر چکے ہیں تو ان کے پسماندگان کو معقول معاوضہ دیا جائے جس سے وہ اپنی غربت اور مفلوک الحالی کی اصلاح کر سکیں۔ اسی طرح یہ بھی فیصلہ کر دیا گیا ہے کہ کمیشن تحقیقات کر کے رپورٹ کرے کہ کس حد تک حکومت کشمیر کے باشندوں کے صلاح و مشورے سے کی جایا کرے گویا جس طرح ہندوستان کا طرز حکومت ہے اسی طرح وہاں بھی انتخابات ہوا کریں گے۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ وہاں کوئی قانون ایسا نہیں بن سکے گا جو مسلمانوں کے خلاف ہو بلکہ آئندہ ایسے ہی قانون نافذ ہوا کریں گے جو ساری رعایا کے لئے مفید اور نفع رساں ہوں۔ اور چونکہ مسلمان وہاں پچانوے فیصدی ہیں اس لئے بہرحال ایسے تمام قوانین کا زیادہ تر فائدہ مسلمانوں کو ہی پہنچے گا۔ ان کے علاوہ اور بہت سی باتیں ہیں جن تصفیہ کے لئے کمیشن بٹھائے گئے ہیں۔ ممکن ہے کمیشن کی تحقیقات کے دوران میں ایسی کئی باتیں پیدا ہو جائیں جو ہمارے مدعا کے خلاف ہوں اس لئے گو ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ ہمارا کام ختم ہو گیا مگر یہ ہم ضرور کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیں پہلی فتح حاصل ہو گئی اور میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ خالی ہماری ہی فتح نہیں بلکہ یہ خود مہاراجہ کی فتح ہے اس لئے کہ ایک بادشاہ کی سب سے بڑی فتح یہی ہوتی ہے کہ اس کی رعایا اس سے خوش ہو جائے۔ خود سوچ لو کہ اگر ایک آدمی کے اردگرد روپوں کی تھیلیاں رکھی ہوئی ہوں مگر اسے قولنج کا دورہ شروع ہو جائے تو اسے وہ روپوں کی تھیلیاں کیا فائدہ پہنچا سکتی ہیں۔

رعایا کی ناراضگی ایسی ہی ہے جیسے کسی حکمران کو سِل ہو جائے یا جیسے دِق ہو جائے یا جیسے کوڑھ ہو جائے یا جیسے قولنج ہو جائے ایسے شخص کو روپوں سے کیا لذت حاصل ہو سکتی ہے اور وہ جواہرات کی تھیلیوں سے کیا فائدہ حاصل کر سکتا ہے لیکن اگر اس کی ساری تھیلیاں اس سے لے لی جائیں اور اس کے گھر سے باہر پھینک دی جائیں مگر اس کی سِل دور ہو جائے اسکی قولنج جاتی رہے یا اس کا کوڑھ اس سے مفقود ہو جائے تو یقیناً وہ آرام محسوس کرے گا اور کہے گا کہ خدا نے

مجھ پر بڑا احسان کیا۔ پس گو اس فیصلہ میں بظاہر فتح کشمیری مسلمانوں یا ان کے ہمدردوں کی نظر آتی ہے مگر در حقیقت یہ مہاراجہ کی فتح ہے کیونکہ جس دن سے انہوں نے اپنی رعایا کو انسانیت کے ابتدائی حقوق دے دیئے اور رعایا ان سے خوش ہو گئی اسی دن سے ان کی حکومت مستحکم ہو گئی اور وہ حقیقی طور پر مہاراجہ کہلانے لگے کیونکہ جبر دنیا میں انسان کو کبھی معزز نہیں بناتا جو چیز انسان کو اعزاز دیتی اور اسے رفعت و عزت کا وارث بناتی ہے وہ محبت اور حسن سلوک ہے۔ دنیا میں کتنے ہی بڑے بڑے بادشاہ گذرے ہیں لیکن آج ان کی کوئی وقعت نہیں اور لوگوں کی نظر میں ان کی معمولی قدر و قیمت بھی نہیں لیکن اس کے مقابلہ میں وہ لوگ جنہوں نے نبوت یا بادشاہت کے لحاظ سے دنیا میں انصاف کیا اور ظلم و جفا کو مٹایا آج دنیا ان کی تعریف میں رطب اللّسان ہے

نوشیرواں کون تھا ایک کافر سلطنت کا بادشاہ تھا اسی کی حکومت سے بعد میں مسلمانوں نے جنگیں کیں اور اس کی سلطنت کی جڑیں اُکھیڑ دیں لیکن نوشیرواں کی تعریف کرنے والے بھی مسلمان ہی ہیں اور خود رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے خوشی ہے کہ میری پیدائش اس کے زمانہ میں ہوئی۔ پس گو نوشیرواں اس تخت کا مالک تھا جس کے خلاف مسلمانوں کو لڑائی لڑنی پڑی' نوشیرواں اس تخت کا مالک تھا۔ جس کے ایک مالک نے مسلمانوں کو دکھ پہنچایا مگر باوجود اس کے کہ وہ ایک دشمن خاندان کا فرد تھا۔ پھر بھی تمام مسلمان اس کے عدل و انصاف کی تعریف کرتے اور اسے مثال کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ حاتم طائی کون تھا ایک معمولی رئیس سے زیادہ اس کی وقعت نہیں تھی مگر آج اس کا نام اس حد تک مشہور ہے کہ گاؤں کے اَن پڑھ لوگ بھی بعض دفعہ طنزاً دوسرے کو کہہ دیا کرتے ہیں "بڑا حاتم بنا پھرتا ہے" وہ ایک معمولی نمبردار تھا مگر اس کے حسنِ سلوک اور سخاوت کا یہ اثر ہے کہ آج بچہ بچہ اس کے نام سے واقف اور اس کی تعریف کرتا ہے۔ گاؤں کے ادنیٰ ادنیٰ لوگوں سے ملوان کے سامنے نپولین کا ذکر کرو تو وہ اس سے ناواقف ہوں گے لیکن ذرا سخاوت کا ذکر چھیڑ دو تو وہ فوراً کہہ اٹھیں گے کہ فلاں شخص تو حاتم ہے' چلے جاؤ ان گاؤں میں جو ریل سے دور ہیں جہاں کے باشندے تعلیم یافتہ نہیں اور جو معمولی علوم سے بھی واقفیت نہیں رکھتے ان میں سے بھی کسی کا نام حاتم ہو گا حالانکہ یہ کوئی اسلامی نام نہیں محض اس لئے کہ وہ سخاوت اور وفا میں مشہور ہے لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں اور اس کے نام پر اپنے بچوں کے نام رکھتے ہیں حالانکہ اس کی حیثیت ایک نمبردار سے زیادہ نہیں تھی۔ اس کی حالت کا اسی سے پتہ لگتا ہے کہ اس کی بیوی نے اس لئے اس سے طلاق کی خواہش کی تھی کہ وہ اسے مالی

لحاظ سے آرام میں نہیں رکھ سکتا تھا اور جو کچھ اس کے پاس ہوتا مہمان وازی میں صرف کر دیتا اگر اس کی بادشاہوں والی حالت ہوتی تو محض مالی تنگی کی وجہ سے اس کی بیوی کو طلاق لینے کی کیا ضرورت تھی۔ مشہور ہے کہ حاتم کا ایک رقیب تھا جو بہت دولتمند آدمی تھا اس نے حاتم کی بیوی سے کہا کہ تُو اس سے طلاق لے لے میں تجھ سے شادی کروں گا جب وہ الگ ہو گئی تو بجائے اس کے وہ اس کے مکان سے چلی جاتی حاتم نے خود ہی وہ مکان چھوڑ دیا اور آپ علیحدہ کسی اور مکان میں رہنے لگ گیا اس نے پہلا مکان بیوی کے پاس ہی رہنے دیا۔ چونکہ وہ ڈیرہ حاتم کا ہی مشہور تھا اس لئے ایک دن کچھ مہمان آگئے عورت نے اس آدمی کو جس نے اس کے ساتھ شادی کرنے کا وعدہ کیا تھا کہلا بھیجا کہ ایک دو اونٹنیاں مہمانوں کے لئے بھیج دو ابھی چونکہ یہ حاتم کا ہی ڈیرہ مشہور ہے اس لئے لوگ آجاتے ہیں آہستہ آہستہ جب ان کو علم ہو تا جائے گا کہ یہ حاتم کا ڈیرہ نہیں تو وہ نہیں آئیں گے مگر ابھی چونکہ آتے ہیں اس لئے ایک دو اونٹنیاں ان کی مہمان نوازی کے لئے بھیج دو۔ اس نے جب یہ پیغام سنا تو بہت ناراض ہوا اور کہنے لگا حاتم تو لُوٹا ہی سخاوت کی وجہ سے گیا تھا کیا تُو چاہتی ہے کہ مجھے بھی تباہ کر دے۔ لکھا ہے اس واقعہ کی حاتم کو بھی اطلاع ہو گئی اس نے خیال کیا کہ ڈیرہ آخر میرے ہی نام پر ہے اگر مہمان بھوکے رہ گئے تو میرا ہی نام بدنام ہو گا وہ چُپکے سے آیا اور اس کی جتنی اونٹنیاں تھیں وہ اس مکان میں چھوڑ کر چلا گیا یہ اخلاق تھے جو حاتم کے تھے۔ آج کل شیخوپورہ وغیرہ اضلاع میں زمینداروں کے پاس اونٹ اور اونٹنیاں ہوتی ہیں یہی حالت حاتم کی تھی لیکن جو شہرت 'محبت' سخاوت اور وفا کی وجہ سے اسے حاصل ہوئی وہ آج بڑے بڑے بادشاہوں کو بھی حاصل نہیں۔ تو جو اخلاق سے فتح دنیا میں حاصل ہو سکتی ہے' وہ جبر اور تعدّی سے کبھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس نئے اعلان کے بعد اگر وزراء اور نئے افسروں نے اسی روح سے کام کیا جس روح کا مہاراجہ صاحب نے اظہار کیا ہے تو وہ اپنے ملک کو کھوئیں گے نہیں بلکہ اسے حاصل کریں گے اور اپنے نام کو دوام بخشیں گے۔ مجھے یاد ہے ایک دفعہ ہم ایک ریاست سے گذر رہے تھے چند لوگ جو ریاست کے باشندے تھے اپنے کسی پہلے راجہ کی تعریف میں شعر پڑھ رہے تھے۔ میں نے پوچھا موجودہ راجہ کی کیوں تعریف نہیں کرتے کہنے لگے وہ راجہ جو اس سے پہلے گذر چکا تھا بہت اچھا تھا۔ تو درحقیقت نیکی اور محبت ہی ایسی چیز ہے جو لوگوں کے قلوب پر اثر کرتی ہے اور انہیں تعریف کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ ورنہ جبر سے کبھی کوئی حکومت اعزاز حاصل نہیں کر سکتی۔

ہمیں جب یہ فتح حاصل ہوئی ہے تو اگرچہ اس میں شبہ نہیں میں اس کمیٹی کا پریذیڈنٹ ہوں جس نے یہ تمام جدوجہد کی مگر اس میں بھی شبہ نہیں کہ یہ احمدیوں کی کمیٹی نہیں تھی صرف دو احمدی اس میں شامل تھے باقی سب احمدیت سے اختلاف رکھنے والے تھے لیکن باوجود اختلافِ عقائد کے انہوں نے نہایت دیانتداری سے کام کیا ہے اور شدید مخالفت کے باوجود انہوں نے ایسے اخلاص اور سرگرمی سے اس کام میں حصہ لیا ہے کہ مجھے یقین ہو گیا ہے مسلمانوں میں اتحاد کا راستہ کھلا ہوا ہے اور ان کا مطلع ایسا تاریک نہیں جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ مگر ساتھ ہی ایک اور گروہ ہے جس نے ہماری مخالفت بھی کی اور بعض جگہ انہوں نے ایسی سخت مخالفت کی کہ احمدیوں کا بازاروں میں چلنا پھرنا مشکل ہو گیا ہے انہوں نے بعض جگہ عورتوں کو اور بعض جگہ بچوں اور بوڑھوں تک کو پیٹا اور کہا جاتا ہے کہ انہوں نے کہا ہم احمدیت کو کچل کر رکھ دیں گے۔ قادیان اپنے جتھے بھیجیں گے اور احمدیوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیں گے حالانکہ اگر یہ سلسلہ خدا کی طرف سے ہے اور جیسا کہ ہم یقین رکھتے ہیں یہ سلسلہ خدا کی طرف سے ہے تو پھر کسی کی مجال نہیں کہ اس کو تباہ کر سکے بلکہ اگر دنیا کے سارے بادشاہ مل کر بھی کہیں کہ ہم احمدیت کو دنیا سے مٹا کر رکھ دیں گے تو میں انہیں کہوں گا ایاز قدرِ خود را بشناس تمہاری حیثیت ہی کیا ہے کہ تم اس الٰہی سلسلہ کو مٹا سکو پہلے اپنی حیثیت دیکھو اور پھر اپنے منہ سے ایسی بات نکالو۔ پس ان دھمکیوں سے تو نہ ہم پہلے کبھی ڈرے اور نہ اب ڈر سکتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کا محافظ ہے اور وہی ہمیشہ اس کی حفاظت فرمائے گا۔ لیکن اس میں بھی شبہ نہیں کہ مومنوں پر ہمیشہ عارضی تکلیفیں آیا کرتی ہیں اور آج کل تو ہمارے خلاف کچھ اس قسم کا جوش پایا جاتا ہے کہ کوئی تعجب نہیں ہم پر وہی وقت آجائے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ابتدائی ایام میں جماعت پر آیا تھا مگر میں دیکھتا ہوں کہ ابھی سے بعض لوگ ان معمولی تکلیفوں کی وجہ سے گھبرا رہے ہیں حالانکہ اگر اللہ تعالیٰ ان مصائب کی وجہ سے ہمارے اندر وہی زمانہ لے آئے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ تھا تو ہم سے بڑھ کر خوش قسمت اور مبارک شخص اور کون ہو سکتا ہے۔ تم میں سے کتنے ہیں جو حسرت اور افسوس سے کہا کرتے ہیں کاش ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ پاتے۔ وہ وقت گذر گیا اور تم میں سے بعض نے دیکھا اور اکثروں نے نہ دیکھا لیکن اگر خدا اب مصائب کے ذریعہ سے ہی وہی زمانہ ہمارے اندر لے آنا چاہتا ہے تو یہ مصیبتیں کیا ہیں ہمارے لئے راحت اور خوشی کا باعث ہیں اور جنت ہیں جس کی ہم تمنا کیا کرتے ہیں پس میں

جماعت کو ہوشیار کرنا چاہتا ہوں کہ آج کل ہمارے سلسلہ کی سخت مخالفت ہو رہی ہے اور یہ وقت ہے کہ خصوصیت سے ہم اپنے اندر چستی پیدا کریں' ہوشیاری پیدا کریں اور ایمان کی روح پیدا کریں اور ان مصائب کی وجہ سے گھبرائیں نہیں بلکہ خوش ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قرب میں بڑھانے کا سامان مہیا کیا۔ پھر ہمارا فرض ہے کہ باوجود لوگوں کی دشمنی اور عداوت کے ان کے ساتھ احسان اور مروّت کا سلوک کریں۔ نادان ہے وہ جو کہتا ہے کہ فلاں شخص چونکہ ہمارا دشمن ہے اس وجہ سے اس کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرنا چاہئے اگر وہ فی الحقیقت ہمارا دشمن ہے تو سب سے بڑی نیکی وہی ہوا کرتی ہے جو انسان اپنے دشمن کے ساتھ کرے۔ ہر باپ اپنے بچے کو کھلاتا پلاتا ہے' ہر بھائی اپنے بھائی کی خبر گیری کرتا ہے اور ہر عزیز اپنے عزیز کی امداد کرتا ہے۔ پس اگرچہ یہ بھی خوبی اور نیکی ہے مگر بڑی نیکی وہی ہے جو دشمن سے کی جائے اور بڑا احسان وہی ہے جو مخالفوں سے کیا جائے۔ پس ہمارا فرض ہے کہ ہم باوجود ان کی مخالفت کے ان کے ساتھ نیکی کا سلوک کریں اور ایسی کوئی حرکت نہ کریں جو عداوت کا پہلو اپنے اندر رکھتی ہو۔ پھر ہمیں خوشی بھی ہے کہ جہاں ہمیں اپنے مخالفوں کی طرف سے بہت سی تکلیف کی باتیں سننی پڑیں وہاں بہت سی خوشگوار باتوں کا بھی ان کی طرف سے ظہور ہوا انہوں نے باوجود عقائد کے لحاظ سے شدید اختلاف رکھنے کے جس اخلاص اور محبت سے ہمارے افسر بن کر نہیں' ہمارے برابر ہو کر نہیں بلکہ ہماری ماتحتی میں کام کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ اس قدر قابلِ تعریف ہے کہ میں کہہ سکتا ہوں انہوں نے اپنا حق ادا کر دیا اور ہمارے دلوں میں انہوں نے اپنے اخلاص اور محبت کی وجہ سے جگہ حاصل کرلی۔ انہوں نے جس خلوص دل کے ساتھ میرے ساتھ مل کر کام کیا ہے اسے دیکھ کر اس کام نے میرے دل میں خوشی کی لہر پیدا کر دی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ابھی مسلمانوں میں جب ایسے لوگ موجود ہیں تو یقیناً ان میں اتحاد کا رستہ بند نہیں ہوا بلکہ ابھی باقی ہے اور ہم اس پر چل کر مسلمانوں میں کامل طور پر اتحاد پیدا کر سکتے ہیں لیکن اگر یہ نہ بھی ہوتا اور سارے مسلمان بالاتفاق ہمارے خلاف ہوتے تب بھی میں یہی کہتا کہ ان مصیبتوں سے گھبرانے کی کوئی وجہ نہیں یہی تو وہ چیز ہے جس کی ہم انتظار کر رہے تھے۔ پس مصیبتوں کی وجہ سے اور مختلف شہروں میں اپنی جماعت کی مخالفت کو دیکھ کر اپنے قدم کو سست مت ہونے دو اور یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ یہی چیزیں ہیں جو انسان کو خدا کا مقرب بنا دیتی ہیں۔ اگر ہم محض اس وجہ سے کہ لوگ ہمارے دشمن ہیں ہم پر مختلف قسم کے الزام دھرتے اور ہمیں بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان سے الگ ہو جائیں تو

اتحاد کی کوئی صورت باقی نہیں رہے گی۔ اس آپس کی ناچاقی اور اختلاف سے فائدہ اٹھا کر دشمن متحد ہو کر مسلمانوں پر حملہ کر دے گا اور اسلام کی طاقت کو بالکل کچل کر رکھ دے گا۔ پس اس وقت ضرورت ہے کہ ہم وہی نمونہ دکھائیں جس کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تعلیم دی کہ

گالیاں سن کر دعا دو پا کے دُکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

لوگ ہمیں دھتکاریں تو ہم انہیں محبت کے ساتھ بلائیں اور حسن سلوک کریں، وہ گالیاں دیں تو ہم دعا دیں، وہ منہ پھیر لیں تو ہم انہیں لپٹ جائیں اگر ہم یہ نمونہ دکھائیں گے تو ان کے دلوں میں بھی درد پیدا ہو گا اور ان کے قلوب میں بھی محبت پیدا ہو گی اور آخر وہ دن آجائے گا جب مسلمانوں کی ترقی کے لئے اللہ تعالیٰ ان میں کامل طور پر اتحاد پیدا کر دے گا اور شیطان مسلمانوں میں تفرق و تشتت پیدا کرنے سے بالکل مایوس ہو جائے گا اور وہ سمجھ لے گا کہ اس جماعت میں پھُوٹ ڈلوانا ناممکن ہے۔ پس اختلاف عقائد کے باوجود آپس میں محبت اور پیار رکھنا چاہئے اور در حقیقت موجودہ زمانہ کی انتہائی مشکلات اسی امر کا تقاضا کرتی ہیں کہ ہم دوسروں سے اس اصل کے ماتحت صلح کرلیں کہ ہر فرقہ اپنے اپنے عقائد پر قائم رہتے ہوئے متحدہ طور پر کام کرے اور جن امور میں مسلمانوں کا قومی مفاد ہو ان میں باہمی اختلافات کو نظر انداز کر دیا جائے۔ دراصل یہ ایک نہایت ہی اہم سوال ہے اور اسی امر کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صلح کی کوشش فرمائی تھی مگر اس وقت تو لوگوں نے اس اصل کو تسلیم نہ کیا لیکن آج لوگ تیار ہیں کہ وہ اختلاف کے باوجود آپس میں صلح رکھیں اور ہر ایسی تحریک سے بچیں جو اختلاف پیدا کرنے والی اور مسلمانوں کو باہم لڑانے والی ہو۔ پس ہمیں مایوس نہیں ہونا چاہئے اور یقین رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی بہبودی کے لئے سامان پیدا کرے گا اور ان کی ترقی کے لئے ان میں اتحاد قائم کر دے گا کیونکہ مایوس ہمیشہ شیطان کے بھائی ہوا کرتے ہیں لیکن خدا کے پیارے اور محبوب بندے ہمیشہ وہی ہوتے ہیں جو اس کی رحمتوں سے کبھی مایوس نہیں ہوتے۔

(الفضل ۱۹۔ نومبر ۱۹۳۱ء)